5

چندہ تحریکِ جدید میں حصہ لے کر عظیم الشان ذمہ داری کے کام کے لئے بہت بڑے اخراجات کی ضرورت پوری کی جائے

(فرمودہ 22 فروری 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"پہلے تو مَیں جماعتوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اِس دفعہ الیکشن کی وجہ سے تحریک جدید کے چندوں کی آخری تاریخ لمبی کر دی گئی تھی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو تاریخ مقرر کی گئی تھی اُس میں بھی لوگوں کے لئے کام کا ختم کرنا مشکل ہو گا کیونکہ بعض جگہوں پر پندرہ تاریخ کو الیکشن ختم ہوئے ہیں۔ بعض جگہوں پر سترہ اٹھارہ تاریخ کو اور بعض جگہ پر بیس تاریخ کو۔ پھر لوگ الیکشن ختم کر کے اپنے گھروں کو واپس گئے ہوں گے اور کچھ دن اپنی تکانیں دور کی ہوں گی۔ اس لئے بجائے 28 فروری کے مَیں تحریک جدید کے وعدوں کی آخری تاریخ دس مارچ مقرر کرتا ہوں۔ جو وعدے دس مارچ تک ہمیں پہنچ جائیں گے یا وہ وعدے اور خطوط جن پر ڈاکخانہ کی دس مارچ کی مہریں لگی ہوئی ہوں گی اُن تمام وعدوں کو قبول کر لیا جائے گا۔ سوائے ہندوستان کے اُن علاقوں کے جہاں اردو نہیں بولی جاتی کہ اُن علاقوں میں حسبِ قاعدہ اپریل تک کے وعدے قبول کئے جائیں گے اور ہندوستان سے باہر کے وعدے جون کے آخر تک تبدیل کئے جائینگے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے دوست اپنے اِس نازک فرض کو پہچانتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں گے اور جن لوگوں نے پہلی تحریک میں حصہ لیا ہے جہاں تک

ممکن ہو سکے پہلے سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کریں گے۔اِسی طرح جنہوں نے پہلی تحریک میں حصہ نہیں لیااور وہ دفتر دوم میں پچھلے سال شامل ہوئے تھے وہ اپنے وعدے اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ان کے وعدے اُنیس سال کے لئے ہیں جلد از جلد اپنے وعدوں کو لکھوا دیں گے۔ اور وہ جو ابھی تک اس نئی تحریک میں شامل نہیں ہوئے وہ بھی اس میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے۔

ہماری جماعت کے دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ ہمارے مبلغ بیرونجات میں گئے ہیں اور اب وہاں خرچ کا سلسلہ باوجود انسانی قربانی کے زیادہ سے زیادہ بڑھتا چلا جائے گا۔ پھر کئی ممالک میں ہمارے لئے تبلیغ کے نئے راستے کھل رہے ہیں۔ مثلاً ملایا میں ہمارے مبلغ پہلے قید تھے، جاوا میں قید تھے، سماٹرا میں قید تھے اور راستے بند تھے جس کی وجہ سے ان کو خرچ نہیں بھیجا جا سکتا تھا لیکن اب راستے کھل گئے ہیں اور اب پھر ان کو خرچ بھیجنا شروع کیا جائے گا۔ تحریک جدید کے جو مبلغ گزشتہ عرصہ میں قید رہے ہیں اُن کا ماہوار خرچ جب سے کہ وہ قید ہوئے ہیں ہماری طرف سے خزانہ میں الگ جمع کر دیا جاتا تھا تاکہ وہ جب بھی آزاد ہوں ان کی رقوم ادا کی جا سکیں۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ سے غفلت ہوئی اور شروع میں اس نے اس طرف توجہ نہیں کی بعد میں میرے کہنے پر صدر انجمن احمدیہ کے مبلغین کا بھی اسی طرح انتظام کیا گیا۔ یہ مَیں نہیں جانتا کہ انہوں نے صرف اُسی دن سے اُن کا روپیہ جمع کیا ہے جس دن مَیں نے حکم دیا تھا یا جب سے کہ وہ قید ہوئے۔ بہر حال انہوں نے بھی اپنے مبلغین کا خرچ علیحدہ جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ جہاں تک تحریک جدید کے مبلغین کا سوال ہے ان کی رقوم ہمارے خزانے میں الگ ان کے نام سے جمع ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے جونہی روپیہ بھیجنے کی اجازت ہو گئی ہم ان کے نام پر جمع کی ہوئی رقوم میں سے ان کا خرچ انہیں بھیج دیں گے لیکن گزشتہ تبلیغ اور اس تبلیغ میں ایک فرق ہے۔ اب ہم زیادہ زور سے تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے ہم نے صرف مختلف جگہوں پر مبلغ بٹھائے ہوئے تھے لیکن اب ہمارا منشاء یہ ہے کہ ہر جگہ لوگوں کے لئے لٹریچر بھی مہیا کریں تاکہ اس کے ذریعہ لاکھوں آدمیوں تک سلسلہ کا پیغام پہنچ سکے۔ پس یہ عظیم الشان ذمہ داری کا کام جو ہمارے سامنے آنے والا ہے اس کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہئے۔ بعض تبلیغ کے نئے راستے کُھلے ہیں، بعض کُھل رہے ہیں اور بعض

کھلنے والے ہیں۔ امریکہ کی طرف ہمارا مبلغ روانہ ہو گیا ہو گا یا کل پرسوں تک اِنْشَاءَ اللّٰہ روانہ ہو جائے گا۔ کیونکہ جہاز والوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بائیس سے پچیس تک جو جہاز جائے گا اُس میں خلیل احمد صاحب ناصر کو جگہ دے دی جائے گی۔ پس یا تو اُن کو آج جگہ مل گئی ہو گی یا کل پرسوں اور اترسوں تک مل جائے گی۔ اور اِس طرح امریکہ کی طرف ہمارا تحریک جدید کا پہلا مبلغ روانہ ہو جائے گا۔ گو تبلیغ کا کام ابھی شروع نہیں ہو گا کیونکہ خلیل احمد صاحب ناصر کو پاسپورٹ طالب علم کی حیثیت سے ملا ہے۔ وہ وہاں کسی یونیورسٹی میں داخل ہوں گے اور اس کے بعد اگر گورنمنٹ نے اجازت دی تو وہ وہاں رہ سکیں گے ورنہ پھر کسی دوسرے ملک میں واپس آ کر اُنہیں دوبارہ پاسپورٹ لے کر جانا ہو گا۔ دو اَور مبلغ بھی تیار ہیں جن کے متعلق محکمہ کی طرف سے سستی برتی گئی ہے اور اب تک ان کے پاسپورٹ مکمل نہیں کئے گئے۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ کیوں ابھی تک ان کے پاسپورٹ مکمل نہیں ہوئے تو منتظم صاحب نے جواب دیا کہ ابھی ان دونوں کے متعلق غور کیا جا رہا ہے کہ آیا وہ پاسپورٹ کے لئے درخواست دیں یا نہ دیں۔ گویا انہوں نے ایک سال درخواست دینے کے لئے غور کرنے پر لگا دیا۔ جس کی وجہ سے ان دونوں کو پاسپورٹ نہیں مل سکے۔ اور چونکہ مبلغ کی حیثیت میں پاسپورٹ حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے اب وہاں ہمیں کسی اَور ذریعہ سے جانا ہو گا۔ اور چونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اِس لئے خدا تعالیٰ ہمیں کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور سمجھا دے گا یا کسی نہ کسی رنگ میں ان کے افسروں کی عقلوں پر پتھر ڈال دے گا۔ جس کی وجہ سے ہمارے آدمی باوجود مخالفت کے ان ملکوں میں گُھس ہی جائیں گے۔

پس ایک وسیع کام ہمارے سامنے ہے۔ اس لئے ہمیں اب ہر قدم آگے کی طرف ہی بڑھانا چاہئے اور تحریک جدید کا دَور اول ہمیں شاندار طور پر ختم کرنا چاہئے۔ اس سال کو ملا کر آٹھ سال باقی رہ جاتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اس عرصہ میں ہم دورِ دوم کو اتنا مکمل کر لیں کہ اس کی آمد دورِ اول سے بڑھ جائے۔ ابھی تو دورِ دوم کے وعدے بہت کم ہیں۔ پچھلے سال پچپن یا ساٹھ ہزار کے وعدے ہوئے تھے جن میں سے صرف بیالیس ہزار روپیہ وصول ہوا۔ ضرورت یہ ہے کہ اس دَور کو ہم پہلے سے بھی زیادہ شاندار بنانے کی کوشش کریں۔ اس دفعہ

دفتر چونکہ زیادہ کوشش کر رہا ہے اس لئے امید ہے کہ پچھلے سال سے وعدے زیادہ ہوں گے۔ اس کے بعد تحریک جدید کے دَورِ سوم اور چہارم اور دَورِ پنجم آئیں گے اور ہم دین کے لئے قربانیاں کرتے چلے جائیں گے۔ جس دن ہم نے دین کے لئے جدوجہد چھوڑ دی اور جس دن ہم میں وہ لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے کہا کہ دَور اول بھی گزر گیا، دَورِ دوم بھی گزر گیا، دَورِ سوم بھی گزر گیا، دَورِ چہارم بھی گزر گیا، دَورِ پنجم بھی گزر گیا، دَورِ ششم بھی گیا، دَورِ ہفتم بھی گزر گیا۔ اب ہم کب تک اس قسم کی قربانیاں کرتے چلے جائیں گے، آخر کہیں نہ کہیں اس کو ختم بھی تو کرنا چاہئے وہ اقرار ہو گا ان لوگوں کا کہ اب ہماری روحانیت سرد ہو چکی ہے اور ہمارے ایمان کمزور ہو گئے ہیں۔ ہم تو امید رکھتے ہیں کہ **تحریک جدید کے یہ دَور غیر محدود دَور ہوں گے اور جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جاتے۔ اسی طرح تحریک جدید کے دَور بھی گنے نہیں جائیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تیری نسل گنی نہیں جائے گی اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل نے دین کا بہت کام کیا۔ یہی حال تحریکِ جدید کا ہے۔ تحریک جدید کا دَور چونکہ آدمیوں کا نہیں بلکہ دین کے لئے قربانی کرنے کے سامانوں کا مجموعہ ہے اِس لئے اس کے دَور بھی اگر نہ گنے جائیں تو یہ ایک عظیم الشان بنیاد اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کی ہوگی۔**

اس کے بعد مَیں اُس امر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کے متعلق دوستوں کو کل معلوم ہی ہو چکا ہے۔ یعنی چودھری فتح محمد صاحب اِس حلقے سے ہمارے صوبہ کی اسمبلی کی ممبری کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے منتخب ہو گئے ہیں۔ سوال اِس وقت چودھری صاحب کی کامیابی کا نہیں یا اِس بات کا نہیں کہ اسمبلی کی ممبری میں ایک احمدی کامیاب ہو گیا ہے۔ اسمبلی میں پہلے بھی احمدی ممبر کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً چودھری ظفر اللہ خان صاحب، چودھری اسد اللہ خان صاحب اور پیر اکبر علی صاحب بھی اسمبلی کے ممبر رہے ہیں۔ پس خالی اس بات کا سوال نہیں کہ ایک احمدی اسمبلی کا ممبر ہو گیا بلکہ ہمیں جو خوشی ہے وہ یہ ہے کہ قادیان کے علاقہ سے جس کے متعلق آج سے گیارہ سال پہلے احرار نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے احمدیت کو یہاں کچل دیا ہے اِس حلقے میں سے لیگ کے ٹکٹ پر نہیں، یونینسٹ کے ٹکٹ پر نہیں

بلکہ خالص احمدیت کے ٹکٹ پر ایک احمدی کامیاب ہوا ہے۔ ہم نے لیگ سے ٹکٹ طلب کیا تھا مگر انہوں نے نہیں دیا۔ ہم نے یونینسٹ سے صرف اِتنا کہا تھا کہ تم صرف اپنے ہاتھ شرارت سے روک لو اور افسرانہ دخل اندازی سے باز آ جاؤ مگر اُنہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے اور اُنہوں نے ہمارے خلاف سارا زور لگایا بلکہ تمام پنجاب میں گورنمنٹ کا زور کسی بھی تحصیل میں اُتنا نہیں لگا جتنا بٹالہ کی تحصیل میں۔ وہ تمام کارروائیاں جو ہمارے خلاف کی جا سکتی تھیں کی گئیں۔ حتّٰی کہ مجھے مرزا ناصر احمد نے سنایا کہ گورداسپور میں یونینسٹ پارٹی کے ایک آدمی نے جو لوگوں میں اپنے آپ کو وزیر اعظم کا پرسنل اسسٹنٹ قرار دیتا تھا (گو مرزا ناصر احمد کے سامنے اُس نے اِس سے انکار کیا) کہا کہ جو زور ہم نے یہاں یونینسٹ نمائندہ کی تائید میں لگایا ہے سارے پنجاب میں اُتنا زور کہیں نہیں لگایا۔ مگر باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے احمدیت کو کامیاب کر کے بتا دیا کہ احرار کا یہ دعویٰ کہ ہم نے قادیان کے مرکز میں احمدیت کو کچل دیا ہے کتنا جھوٹا ہے۔ آج سے گیارہ سال پہلے یہاں کا کوئی احمدی ڈسٹرکٹ بورڈ کا بھی ممبر نہیں تھا لیکن آج گورنمنٹ کی شدید مخالفت کے باوجود پنجاب کی اسمبلی میں احمدی ممبر آ گیا ہے۔ دراصل خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہی لیگ کو روک دیا کہ وہ ہمیں ٹکٹ نہ دے کیونکہ اگر ہم لیگ کا ٹکٹ لے کر جیت جاتے تو لوگ کہتے احمدی تو مُردہ ہیں لیگ کی مدد سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگر یونینسٹ سمجھوتہ کر لیتے تو لوگ کہہ دیتے کہ احمدیت تو مر ہی چکی ہے یہ تو گورنمنٹ کی مدد سے کامیاب ہوئے ہیں۔ یا ایک طاقتور پارٹی کی مدد سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے ہمیں محروم کر دیا۔ اُس وقت ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ بُرا سلوک ہوا ہے مگر خدا تعالیٰ نے بعد میں سمجھا دیا کہ ہمارے ساتھ اچھا ہوا، بُرا نہیں ہوا۔ کیونکہ اس ذریعہ سے ثابت ہو گیا کہ احمدی ممبر احمدیت کے زور پر آگے نکلا۔ چنانچہ 6368 ووٹ ہم نے حاصل کئے مگر چونکہ کچھ ووٹوں میں گڑ بڑ بھی ہوئی ہے اس لئے گورنمنٹ کے حساب سے 6266 ووٹ ہم نے حاصل کئے ہیں۔ ان میں سے احمدی ووٹ 5000 ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے جماعت کو اتنی ترقی دی کہ آج پانچ ہزار ووٹ صرف ایک تحصیل میں ہیں۔ اگر عام نسبت کو مدنظر رکھا جائے یعنی اس بات کو کہ ہمارے ملک میں ووٹر

آبادی کا دسواں حصہ ہیں تو صرف تحصیل بٹالہ میں پچاس ہزار احمدی ثابت ہوتے ہیں مگر ہماری جماعت کے ووٹ دینے والوں کی نسبت اس سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس قدر اندازہ لگانا درست نہیں۔ پس یہاں صرف ممبری کا ہی سوال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی تعداد اور اس کی عظمت کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ووٹ اس تحصیل میں 6800 تھا مگر بہت سے ووٹ ضائع ہو گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ تجربہ نہیں تھا۔ اگر کوشش کی جاتی تو سات ہزار سے بھی زیادہ احمدی ووٹ ہوتے۔ درحقیقت ہماری تعداد اس تحصیل میں قادیان کو ملا کر میرے خیال میں بیس پچیس ہزار کے قریب ہے۔ لیکن اگر سات ہزار ووٹ ہوتے تو گورنمنٹ کے حساب کی رو سے ہماری تعداد ستّر ہزار ہوتی۔ پھر گورداسپور میں بھی ہمارا دو ہزار کے قریب ووٹ موجود تھا جو ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو روز بروز ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا ثبوت ہے جو ہمارا پیش کیا ہوا نہیں بلکہ گورنمنٹ کی آراء شماری اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

مَیں نے پچھلے سے پچھلے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے متعلق اعتراض کیا تھا کہ انہوں نے پوری قربانی سے کام نہیں لیا اور جیسے کمزور انسان کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اپنے سے نچلے سے اس کا بدلہ لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی بجائے اس کے کہ اس پر فخر کرتے اور خوش ہوتے کہ ہمیں تو جھاڑ پڑ گئی لیکن ہماری عورتیں تو کچھ کر کے آ گئیں انہوں نے گھروں میں جا کر عورتوں کو طعنے دینے شروع کر دیئے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں جھاڑ پڑی ہے۔ گویا مطلب یہ تھا کہ تم بھی کام نہ کرتیں تو کیا ہی اچھا ہوتا ہماری ناک تو بچ جاتی۔ حالانکہ یہ کتنی غلطی تھی۔ اپنی ناک کو اونچا کر کے عزت حاصل کرنی چاہئے یا دوسرے کی ناک کٹوا کر عزت حاصل کرنی چاہئے۔ مجھے عورتوں نے یہ بات بتائی کہ ہمارے مرد یُوں طعنہ دیتے ہیں تو مَیں نے انہیں کہا ہارے ہوئے طعنے ہی دیا کرتے ہیں تم پروا نہ کرو۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عورتوں نے واقع میں نہایت اعلیٰ کام کیا ہے۔

بعد میں مجھے ایک اَور مثال کا پتہ لگا جو حیرت انگیز تھی اور جس نے قادیان کی مثالوں کو بھی مات کر دیا۔ ہمارے جو آدمی الیکشن کے کام کے لئے گئے ہوئے تھے اُن میں سے ایک نے

سنایا کہ ایک گاؤں میں ایک احمدی عورت ووٹر تھی جس کا ہمیں علم نہیں تھا۔ ووٹ دینے کی مقررہ تاریخ سے ایک یا دو دن پہلے اُسے اسقاطِ حمل ہو گیا اور چونکہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ وہ ووٹر ہے اِس لئے ہم نے وہاں کوئی سواری نہ بھجوائی اس دن جب کئی گھنٹے ووٹنگ پر گزر گئے تو ایک آدمی نے آکر بتایا کہ فلاں جگہ ایک عورت بیہوش پڑی تھی اور لوگ اس کو اٹھا کر اس کے گاؤں واپس لے گئے ہیں۔ اس کی باتوں سے پتہ لگتا تھا کہ وہ ووٹ دینے آئی تھی۔ چنانچہ ہمارے آدمی وہاں گئے لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔ اس پر انہوں نے فوراً اس کے لئے اس کے گاؤں میں سواری بھیجی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی اس بیماری کی حالت میں ہی چل پڑی اور اپنے گاؤں سے دو میل دور آکر بیہوش ہو کر گر پڑی۔ گاؤں والوں نے اسے اٹھایا اور واپس لے گئے۔ لیکن جب اسے ہوش آیا تو وہ اُٹھ کر پھر دوڑنے لگی اور کہا کہ مَیں نے تو ووٹ دینا ہے۔ اس اثناء میں سواری بھی پہنچ گئی اور وہ اس پر سوار ہو کر ووٹ دینے آگئی۔ اس نے بتایا کہ مَیں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ خلیفۃ المسیح نے کہا ہے کہ جس سے ممکن ہو وہ ووٹ دینے کے لئے ضرور پہنچ جائے اِس لئے مَیں اپنا سارا زور لگانا چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ووٹ دے آؤں۔

اس عرصہ میں بیرونجات سے آنے والے لوگوں میں سے بھی بعض کی مثالیں بڑی شاندار معلوم ہوئی ہیں۔ کل ہی مجھے ایک فوجی کا خط ملا ہے وہ انبالہ میں تھا۔ یہاں سے اسے تار گیا کہ تمہارا ووٹ ہے لیکن گورنمنٹ کی طرف سے جو چِٹھی جاتی ہے وہ نہیں گئی۔ وہ خط میں لکھتے ہیں کہ جب تار وہاں پہنچا تو دفتر کا افسر جو ہندو تھا چونکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مَیں ووٹ کے لئے جاؤں اس نے تار دبا دی۔ کرنل چُھٹی پر جا رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے مجھے تار دکھائی۔ مَیں نے وہ تار اپنے نچلے افسر کو دی۔ اس نے کہا مَیں تو رخصت نہیں دے سکتا بڑے افسر کے پاس جاؤ۔ مَیں اس بڑے افسر کے پاس گیا تو اس نے کہا کرنل کی موجودگی میں چُھٹی مل سکتی تھی مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے کہا یہ تو بناوٹی تار ہے۔ مَیں نے کہا میرا ووٹ ہے اور وہاں سے تار آیا ہے بناوٹی نہیں۔ انہوں نے کہا کچھ بھی ہو تمہیں چُھٹی نہیں مل سکتی۔ مَیں وہاں سے آکر سیدھا سٹیشن کی طرف بھاگا اور ریل میں سوار ہوا۔ امرتسر پہنچا تو بٹالہ کی ریل روانہ ہو چکی تھی۔ وہاں سے دوڑ کر لاری لی۔ جب لاری بٹالہ پہنچی تو قادیان کی ریل روانہ ہو چکی تھی۔

اس پر میں بٹالہ سے قادیان پیدل روانہ ہوا اور دَوڑتے ہوئے قادیان پہنچ کر اپنا ووٹ دیا۔ انہوں نے جگہ کا نام تو نہیں بتایا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادیان میں ہی آئے تھے کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ مَیں ووٹ دے کر خلیل احمد صاحب ناصر کے پاس جو انچارج تھے آیا اور کہا کہ ایسا واقعہ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں۔ تم چلے جاؤ۔ مَیں واپس آیا تو پہلے مجھے قید کر دیا گیا کہ تم بغیر چُھٹی کیوں گئے تھے پھر میرا رَینک توڑ کر مجھے سپاہی بنا دیا گیا۔ اب دیکھو یہ دوست فوجی تھے اور جانتے تھے کہ اگر مَیں بِلا اجازت چلا گیا تو مجھے قید کی سزا ملے گی مگر باوجود اس کے وہ بھاگ کر یہاں آ پہنچے اور ووٹ دیا۔ یہی اخلاص ہے جو قوموں کو کامیاب کیا کرتا ہے۔

لوگ تو مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم جنت کا لالچ دے کر یا دوزخ سے ڈرا کر کام لیتے ہو حالانکہ ہم کسی کو دوزخ سے ڈرانے کے قائل ہی نہیں۔ نہ مذہبی طور پر اور نہ سیاسی طور پر۔ اگر ہم دشمن کو دوزخ سے ڈرائیں تو احمدیوں کو تو ووٹ ملنا بالکل ہی ناممکن ہو جائے کیونکہ احمدیوں کی تعداد دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہمیں یہ ضرورت ہی نہیں کہ ہم کسی کو دوزخ سے ڈرائیں یا جنت کا لالچ دلا کر کام کرائیں کیونکہ ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے قومی بیداری اس قسم کی پیدا ہو چکی ہے کہ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ فلاں کام دنیوی ہے اکثر لوگ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دُنیوی حقوق کو محفوظ کرنا بھی ثواب کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح میرے خطبہ کے بعد قادیان والوں نے بھی فرض شناسی سے کام لیا اور انہوں نے چالیس کے قریب سائیکل چند گھنٹوں کے اندر اندر میاں بشیر احمد صاحب کے پاس پہنچا دیئے۔ اسی طرح بہت سے آدمیوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور فوراً بیرونجات میں چلے گئے۔ آج الیکشن کے سلسلہ میں ہمارے کارکن مجھے ملنے آئے تو انہوں نے کہا کہ گاؤں کے احمدیوں نے تو کمال کر دیا۔ وہ سارے علاقہ میں ٹڈی دل کی طرح پھیل گئے تھے۔ بالخصوص گاؤں کے لوگوں نے۔ اور ان میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ ونجواں کھوکھر اور لودھی ننگل، خان فتح، ننگل، اٹھوال، گلانوالی، دھرم کوٹ، قلعہ ٹیک سنگھ وغیرہ وغیرہ۔ تلونڈی والوں نے بھی اچھا کام کیا ہے لیکن اتنا نہیں جتنی ان سے امید کی جاتی تھی۔ مگر بہر حال انہوں نے بھی اچھا کام کیا ہے۔ نکمّوں

میں سے نہیں تھے۔ (میرا یہ ذکر الیکشن سے پہلے کی رپورٹ پر تھا۔ بعد میں انہوں نے جیسا کہ بتایا گیا ہے اچھا کام کیا ہے) بعض اَور جماعتوں نے بھی بہت عمدہ کام کیا ہے لیکن اس وقت مجھے اُن کے نام یاد نہیں رہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ ان سب نے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ جب مومن کام کرنے پر آتا ہے تو وہ ہر قسم کے عواقب سے نڈر ہو کر کام کرتا ہے۔ ونجواں میں مخالفین کی شرارت پر پولیس نے احمدیوں کے ووٹوں کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر نوجوان مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے آدمی لے کر جانے ہیں خواہ پولیس دخل اندازی ہی کیوں نہ کرے۔ پولیس نے ایک دو ووٹروں کو روک رکھا اور باقیوں کو چھوڑ دیا لیکن جب ہمارے دوسرے آدمی پہنچ گئے تو باقیوں کو بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ بہر حال جماعت نے نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے۔ جہاں تک الیکشن کروانے کا سوال تھا جماعت نے اپنی قربانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور بے مثال قربانی پیش کر کے جماعت کی ترقی کے لئے ایک راستہ کھول دیا ہے۔ اب ہمارے سامنے ایک دوسرا مرحلہ ہے اور وہ یہ کہ چودھری صاحب وہاں جا کر ایسے رنگ میں کام کریں جو احمدیت کی شان کے مطابق ہو۔

ہمارے ملک کی یہ خاص مصیبت ہے کہ لوگ پارٹی بازیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایک ہندو کسی جگہ جاتا ہے تو وہ مسلمانوں کا گلا کاٹنے کی کوشش کرتا ہے، اگر ایک مسلمان کسی جگہ جاتا ہے تو وہ ہندوؤں کا گلا کاٹنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کوئی سکھ جاتا ہے تو وہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا گلا کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ غرض ہر فرقہ کا آدمی دوسرے فرقہ کے آدمی کا گلا کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک ضلع کا آدمی دوسرے ضلع میں جاتا ہے تو دوسرے ضلع کے لوگوں کی ضرورتوں سے بالکل بے پروا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک قوم کا آدمی دوسری قوم کے آدمیوں کا خیال نہیں کرتا۔ مَیں یہ تو بڑی لمبی اور دُور کی باتیں کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے سوا اور کسی کا بھی فکر نہیں ہوتا۔ پس ہمیں وہاں کھیل کُود اور لڑائی جھگڑے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ ہم وہاں جا کر اپنی جماعت کے لئے حقوق مانگیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری جماعت کو جب

نقصان پہنچ رہا ہو تو اس نقصان کو دور کرنے کی کوشش کرنے کے لئے وہاں ہمارا نمائندہ ہونا ضروری ہے لیکن اصل کام یہ ہے کہ ہمارا نمائندہ ایسے رنگ میں کام کرے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں اور سکھوں کا آپس میں سمجھوتا ہو جائے اور یہ قومیں مل جل کر کام کریں اور صوبہ کی ترقی میں ممد و معاون ہوں اور یہ صوبہ ایسی مثال قائم کرے کہ سارے ہندوستان کے لوگوں کے اندر تعاون اور محبت کی روح پیدا ہو جائے تاکہ ہمارا ملک جو اپنی بدبختی سے غلامی کے جُوئے کے نیچے دبا چلا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے افراد کو بھی آزادی کا سانس لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ جہاں تک ہو سکے گا ہم بھی اپنے نمائندہ کو اِس بارہ میں ہدایات دیتے رہیں گے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ جو کام کرنے والا ہوتا ہے زیادہ تر اس کی اپنی ہی روح کام کرتی ہے۔ ورنہ سب قسم کی ہدایات دینے کے بعد بھی اگر انسان کے اندر ذاتی جوش نہ ہو تو ساری ہدایات دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ "پرنالہ اوتھے دا اوتھے"

پس ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہمارے پہلے نمائندہ کو جو احمدیت کے ٹکٹ پر الیکشن جیتا ہے گو اَب وہ مسلم لیگ کے ساتھ جماعتی ہدایت کے مطابق شامل ہو گیا ہے احمدیت کا اچھا نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو دوسروں کے لئے مثال بنائے اور اس کے ذریعہ سے ملک کے فسادات اور جھگڑے دور ہوں اور ہر قوم اپنا حق پائے۔ اس کے ذریعہ سے نہ غیر قوموں کو کوئی تکلیف پہنچے اور نہ اپنوں کو۔ وہ اپنے لئے بھی مفید ہو اور غیروں کے لئے بھی۔ اور ایک ایسی اچھی مثال قائم کرنے والا ہو کہ پنجاب کی فضا بدل جائے اور پھر باقی ہندوستان کے صوبے بھی اس سے ہدایت پائیں۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارا وہ سارا وقت جو ان کے لئے جدوجہد میں صَرف ہوا (اور جو اس خیال کے ماتحت دینی کاموں میں ایک حد تک کمی کر کے صَرف کیا گیا کہ اگر اس کا اچھا نتیجہ نکلا تو یہ بھی دین کی ترقی کا موجب ہو گا۔ اور اخلاق اور نیکی کے پھیلانے کا ذریعہ ہو گا) نیک نتائج پیدا کرنے والا ہو گا۔ اور ہمارے دلوں میں اس وقت کے صَرف کرنے پر ملامت پیدا نہیں ہو گی۔ لیکن اگر ہمارا ممبر بھی ایک عام ممبر ہی ہوا، اگر ہمارا ممبر بھی اسی قسم کے جھگڑوں میں پڑا رہا جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہیں اور اگر وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا جو ہمارا اصل مقصد ہے تو ہمارے دل ہمیں ملامت کریں گے

کہ ہم نے اپنے وقت کو بلاوجہ ضائع کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ملامت اور حسرت سے بچائے اور ایسے سامان پیدا کرے کہ ہمارے ممبر کی وجہ سے دوسرے ممبروں میں بھی صلح، آشتی اور نیکی اور تقویٰ کی روح پیدا ہو جائے۔ اگرچہ بظاہر ایک آدمی ایک سو پچھتر میں سے کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا لیکن اپنے اخلاق کے زور اور تعلیم کی برتری سے وہ یقیناً نیک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ممبر کو ایسے مواقع بہم پہنچائے جن سے وہ ہمارے فائدہ کا موجب ہو نہ کہ نقصان کا اور وہ قوم اور ملک کی بہترین خدمت کرنے والا ثابت ہو۔"

(الفضل یکم مارچ 1946ء)